آہ! حضرت والد صاحب (ابا جیؒ)
مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی المناک جدائی

(اشک ہائے درد)

أولئك آبائي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع

بانی "الحق" نابغہ روزگار ہمہ جہت، ہشت پہلو اور عہد ساز ہستی، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی المناک شہادت کے بعد ماہنامہ 'الحق' تین ماہ کے تعطل اور تاخیر کے بعد پیش خدمت ہے، اس حال میں کہ حضرتؒ کی ناگہانی شہادت اور کربناک جدائی کے باعث دارالعلوم، ادارہ 'الحق' اور خصوصاً راقم شدید حزن وغم میں ڈوبا ہوا ہے، شدتِ یاس والم کی فراوانی اور روزانہ مہمانوں کی تسلسل کے ساتھ تعزیت کے لئے آمد اور راولپنڈی واسلام آباد میں تفتیشی اداروں کیساتھ راقم کی پے در پے میٹنگز کے باعث دن بدن رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی، پھر مجلہ تیار ہونے کے بعد میرے اداریے (نقش آغاز) کے لئے پڑا رہا، کئی بار زخمی دل و دماغ کو مجبور و نیم آمادہ کیا کہ کچھ نہ کچھ حضرت والد صاحب شہیدؒ کے متعلق فوری طور پر لکھ سکوں لیکن ہر بار قلم صبر وقرار اور ہمت کے بندھن سمیت بار بار ٹوٹتا ہی چلا گیا اور زخمی قلب وجگر اور آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے خون کے چشمے ہی پھوٹتے رہے، اب میری ناقص سمجھ میں قرآن میں صبر کی قدر ومنزلت اور اس کی اہمیت اور اس پر قائم رہنے کی تفسیر واضح ہو رہی ہے۔ الحمدللہ ہمیں حضرت والد صاحبؒ کی شہادت پر فخر ہے، موت برحق ہے انہیں شہادت بھی اعلائے کلمۃ الحق کی اذان مسلسل کے عوض دی گئی ہے، انہیں اپنے خون میں اس لئے نہلایا گیا کہ آپ عالمی استعمار امریکہ، نیٹو ہندوستان وافغانستان کے عزائم میں رکاوٹ نہیں بلکہ چٹان کی طرح آخر تک کھڑے رہے جو موقف افغان مجاہدین اور عالم اسلام کی کمزور دینی و جہادی تحریکات کی حمایت میں چالیس برس آپ نے قائم کیا تھا اس پر کبھی کمپرومائز اور سودا بازی و کمزوری نہیں دکھائی، دفاع اسلام ودفاع پاکستان کی حفاظت کے لئے عمر بھر دشمنان اسلام وپاکستان سے لڑتے رہے اور بالآخر انہی دشمنوں کی عالمی سازشوں کے ہاتھوں شہید ہوکر ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

....

اسی طرح شہادت سے دو روز قبل توہین رسالتؐ کی مرتکب آسیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف سپریم کورٹ اور حکومت وقت کے غلط فیصلے کے خلاف تاریخی تقریر بھی آپ کے عمر بھر کے علمی و دینی کاموں کے برابر عندالناس اور عنداللہ مقبول ہوئی، بعض حلقے اِن کی شہادت کو اس پس منظر میں بھی دیکھ رہے ہیں اور کچھ حلقے ان دونوں عوامل کے تناظر میں حضرتؒ کی شہادت اور پس پردہ محرکات کے متعلق چہ میگوئیاں کررہے ہیں۔ معلوم نہیں حقیقت میں آپکے قتل نامے اور محضر نامہ پر کس کس کی رضا و منظوری کی مہر لگی ہوئی ہے؟ بہرحال انہی عوامل اور جرات واستقامت کے باعث بالآخر شہادت کی منزل پر پہنچ کر ہی سرخرو ہوگئے، اسلام میں شہداء کا ماتم ممنوع ہے لیکن جس طرح ۸۲ سالہ انتہائی کمزور اور ضعیف شخص کو خنجر کے دو درجن کے قریب زخموں سے چور چور کر مارا گیا ہے تو اس بربریت اور آپکی جدائی کے صدمے اور فطرت انسانی کے باعث کچھ نہ کچھ غم وحزن کا اظہار ایک بیٹے وشاگرد ہونے کے ناطے میرے لئے قدرتی وفطرتی امر ہے۔

کاش! حساسیت کا عنصر میرے وجود میں زیادہ نہ ہوتا اور کاش! آنکھ میں نمی اور دل میں اِن کی یادوں کی آبشار نہ بہہ رہی ہوتی تو اپنے عظیم بوڑھے والد کی المناک اور وحشیانہ قتل وشہادت پر حال دل کی لمبی سے لمبی تفسیر لکھتا لیکن درماندگی اور شکست وریخت کے باعث فی الحال کچھ زیادہ لکھنے سے قلم و دماغ دونوں قاصر ہیں۔ حضرتؒ کی اچانک شہادت وجدائی سے دل و دماغ میں گویا شور قیامت بپا ہے، جس کے باعث قویٰ بالکل مفلوج ہوگئے ہیں، بارہا جتن کے بعد بھی بوجہ اداس ومجروح طبیعت حضرت والد صاحبؒ پر ان کی شان کے مطابق کچھ خاص نہ لکھ سکا......

خیال وصل سے فرصت مرے جنوں کو ملے
دل و دماغ کو آمادۂ فراق کروں

....

رسم دنیا اور 'الحق' کی روایات کے مطابق نقش آغاز کی ذمہ داری چونکہ مجھ ناتواں کے کندھوں پر گزشتہ دو دہائیوں سے ہے اسی لئے یہ چند خونِ دل میں ڈوبی ہوئی سطریں لکھ دی ہیں اور بطور تبرک چند پہلوؤں پر اکتفا کرتے ہوئے درد کو ان چند صفحات میں سمودیا ہے۔ ان شاء اللہ تفصیل سے ''الحق'' کی خصوصی اشاعت ''حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر'' میں لکھنے کی کوشش کروں گا، اگر کشاکش غمِ پنہاں ونہاں سے کچھ سنبھل پایا تو ان کی جدائی میں چراغہائے عقیدت ومحبت روشن کرنے کی کوشش کروں گا۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

راقم آج تک اپنے بزرگوں، دوستوں، عزیزوں اور نامور لوگوں کی وفات اور بچھڑنے پر ادارتی صفحات میں اظہارِ غم و نوحہ خوانی کرتا اور حکایات خونچکاں لکھتا رہا اور اس طرح شاہراہِ حیات پر چلتے ہوئے اکثر رہینِ ستم ہائے روزگار بھی رہا اور ساتھ ساتھ زمانے کے ہر طرح کے حادثات بھی سہتا رہا لیکن کبھی قلم، قلب، انگلیوں اور طبیعت پر کچھ لکھتے یا سوچتے ہوئے ایسی گرانی اور شوریدگی طاری نہیں ہوئی جیسی کہ اس بار ہے۔ ع انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

اکثر ایک ہی نشست میں کئی موضوعات پر اداریہ لکھ لیا لیکن آج حضرت والد ماجد شہیدؒ کو جدا ہوئے ڈھائی ماہ سے زائد ہونے کو ہیں اور میں پہلے دن کی طرح سراپا سوز و اَلم ہوں نہ جانے والد ماجد مرحوم کے بارے میں تعزیتی شذرہ لکھنا کیوں کوہِ گراں اٹھانے سے زیادہ مشکل نظر آرہا ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ہر شے اپنی شوخی کھو بیٹھی ہے۔ شاخ وگل کا ذکر ہی کیا پورا باغ کا باغ خزاں منظر نظر آرہا ہے، ایک ویرانی سی ویرانی چارسُو پھیلی ہوئی ہے، گلی کوچے اور در و بام بجھے بجھے اور آسمان و زمین بھی افسردہ افسردہ نظر آرہے ہیں، اس اچانک حادثہ سے بستیٔ دل و دماغ کی ساری شوخیاں و سرگرمیاں بجھ گئی ہیں، گویا

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اور اِن دنوں میرا حال یہ ہے کہ دل مردہ اور سرِ شوریدہ ویرانوں، دشت و صحراؤں میں بھٹکنے اور پناہ لینے کے لئے ٹھکانے و بہانے ڈھونڈ رہا ہے......

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا! کوئی دیوار بھی نہیں

ہر چند دل و دماغ کی ویران بستیوں میں مَیں نے بہت صدائیں دیں کہ کچھ نہ کچھ تعزیتی کلمات ان کی شان کے مطابق لکھ پاؤں لیکن وہاں بھی موت کی خاموشی اور سناٹے کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا اور یوں لگا کہ یہاں ان دِنوں شامِ کربلا کا منظر ہے۔ کئی بار لکھنے کیلئے عزمِ صمیم کیا لیکن قلم اور آنکھ دونوں آنسو اور جوئے خوں بہاتے رہے اور کچھ زیادہ لکھنا ناممکن لگ رہا ہے۔ بقول غالب......

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

حزن و یاس کے اس پت جھڑ کے موسم میں اپنی انگلیاں سرد، جذبات گرم اور قلم اداس اور دل افسردہ ہے۔

یاس و حسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سو
برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج

باپ جیسی عظیم مشفق شخصیت اور پھر حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی ہشت پہلو، جامع الصفات اور طلسماتی شخصیت کا سوانحی احاطہ، تذکرہ، آثار و مناقب اور ذکرِ خیر میرے جیسے درماندہ و غمزدہ کے بس کی بات نہیں، یہ چند صفحات بھی بڑی مشکل سے لکھے ہیں، حزن و غم میں ڈوبے ہوئے قلم کی یہ ایک شکستہ و بے ربط تحریر ہے جس میں قطعی طور پر کچھ فنکاری و ریاکاری شامل نہیں، اور میرے ٹوٹے ہوئے دل کے چند دردانگیز نالے، پراگندہ خیالات، دھندلی یادیں، ان کی شفقتیں، چند آہیں، کچھ زخمی جگر کے ٹکڑے ہیں، یہ متاع دیدۂ تر کا نذرانہ اور چشم تر کے چند خوں فشاں آنسو ہیں جنہیں بطور یادگار سپردِ قلم کر رہا ہوں...... ع من قاش فروشِ دل صد پارۂ خویشم

پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بخون دل ساز چمن طرازیٔ داماں کئے ہوئے

....

دنیا میں والدین جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ کہتے ہیں کہ بے لوث محبت آپ کو صرف والدین کی ذات سے ملے گی جس میں کوئی دنیاوی لالچ اور ظاہری ملاوٹ نہیں ہوتی۔ والدین ایک ٹھنڈی چھاؤں ہیں جس کے سائے تلے انسان ہر قسم کی سختیوں کی دھوپ اور حوادث کے طوفانوں سے محفوظ رہتا ہے لیکن حضرت والد مرحوم تو ٹھنڈی چھاؤں سے بڑھ کر ایک دوست، رفیق، مرشد، استاد و اتالیق تھے، ان کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا، ذوق مطالعہ سے لے کر شوق تحریر تک، ''الحق'' کی ادارت و انتظامی امور سے لیکر تعمیراتی نظام تک اور مقامی سیاست سے لے کر عالمی معرکہ آرائیوں تک ہر جہت اور ہر پہلو پر اُن سے استفادہ کیا۔ اس سے بڑھ کر وہ ایک مشفق باپ، کہنہ مشق مدرس، منفرد اور بہت ہی باصلاحیت مدبر مہتمم، بیباک، نڈر اور اپنی وضع کے بہت ہی مختلف بلند نگاہ سیاستدان اور عالی فکر لیڈر، اور جراتمند غازی و مجاہد ہی نہیں بلکہ پاکستان کی مذہبی، سیاسی اور صحافتی تاریخ کا ایک قومی ورثہ تھے، روسی اور امریکی سامراج کے خلاف عمر بھر دارالعلوم حقانیہ کے منبر سے لے کر جہاد افغانستان کے گرم محاذوں اور سیاسی پلیٹ فارمز سے لے کر ایوان بالا، پارلیمنٹ کے ایوانوں تک اور دارلعلوم حقانیہ کے ترجمان رسالے ''ماہنامہ الحق'' کے ادارتی صفحات کے ذریعے ہر جگہ ان کے خلاف نبرد آزما و برسرپیکار رہے، آپ حقیقت میں جدوجہد آزادی کے علمبردار اور قافلہ حریت کے سپہ سالار تھے اور یہاں تک کہ زندگی کے آخری ماہ و سال میں آپ

کا شوق شہادت اور بھی بڑھتا گیا اور بالآخر اپنے خون کا نذرانہ بھی بارگاہ ایزدی میں فدایانہ پیش کر دیا۔ آپ اسلاف کے اصولی روایات کے نقش کہن کے درخشاں نشان منزل تھے۔آپ کی زندگی کا نصب العین پاکستان کو ایک آزاد اسلامی ریاست کے روپ میں دیکھنا تھا سو اسی جدوجہد میں اپنی زندگی کی تمام تر توانائیاں صرف کیں ۔باوجود علمی ودنیوی جلالت شان کے آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے اور فقیرانہ درویشانہ زندگی کو دنیاوی جاہ وجلال پر ترجیح دیتے۔

....

حضرت مولانا شہیدؒ کی ہر سانس، ہر صدا اور قلم کی ہر جنبش علم وفضل کی ترقی، اسلام کی سربلندی اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بے تاب اور سرگرم عمل تھی۔ زندگی اور علم وفضل کا کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر آپ نے تنہا کئی اداروں سے بڑھ کر کام نہ کیا ہو اور تصنیفات وتالیفات اور علمی مقالات کا ایسا عظیم ذخیرہ آپ نے وراثت میں چھوڑا ہے کہ فضلائے حقانیہ اور تشنگان علم وفضل کو مدتوں اپنی تشنگی کا شکوہ نہیں کرنا پڑے گا۔شہادت سے ایک دن پہلے یکم نومبر ۲۰۱۸ بروز جمعرات جب آپ گھر سے آخری بار چارسدہ اور اسلام آباد تقاریر کے لئے جارہے تھے تو راقم نے انہیں معمول کے مطابق گاڑی تک رخصت کیا تو مجھے دو بڑے خاکی لفافوں میں کاغذات دیئے اور فرمایا کہ ان میں مولانا اسرار مدنی کی زیر طبع تالیف ''مجلس شوریٰ میں نفاذ اسلام کی جدوجہد'' کے مسودات ہیں،اس کی نظر ثانی میں نے کرلی ہے اب مولانا اسرار سے کہو کہ وہ اسے پریس بھیج دے یعنی ہماری آخری والوداعی ملاقات بھی تصنیف وتالیف اور کتاب واشاعت کے حوالے سے ہوئی۔مطالعہ،تصنیف وتالیف ہی انکا اوڑھنا بچھونا اور جینا ومرنا تھا۔

کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی
گماں تک نہ ہوا وہ بچھڑنے والا ہے

....

صرف ماہنامہ 'الحق' ہی کی خدمات کو دیکھ لیجئے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ آپ نے کس قدر بھرپور اس کی آبیاری اور سرپرستی جاری رکھی اور اسے عالم اسلام وبرصغیر کا معروف علمی،تحقیقی مجلہ بلکہ ایک بہت بڑا عالمگیر ادارہ بنا دیا۔ پھر اسی طرح اپنے قائم کردہ ادارہ ''موتمر المصنفین'' کی بنیاد بھی آپ نے ہی رکھی، جس سے اب تک الحمدللہ درجنوں تصنیفات وتالیفات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔آپ نے ۱۹۵۸ء سے تدریس کا آغاز کیا اور یوں پورے ساٹھ برس تک مسلسل تدریس کی اور خصوصاً مسندِ حدیث پر پچاس برس قال اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسباق پڑھائے ،آپ کے خون جگر سے سینچے ہوئے اس گلشن حقانیہ ومیکدہ علم ودانش سے ہزاروں تشنگان علم ومعرفت آب حیات پیتے رہے۔افغانستان کی علمی

ودینی اور جہادی قیادت کے چیدہ و چنیدہ اشخاص ،محاذِ جنگ کے جرنیل ،سیاسی زعماء ،طالبان دورِ حکومت کے سرخیل ،دینی مدارس کے مدرسین سے لے کر عدالتوں کے قضاۃ ،کابینہ کے وزراء اور لشکروسپاہ کے معروف جرنیلوں تک ،بلوچستان کے بڑے بڑے جامعات کے مہتممین ومحدثین اوراساتذہ حدیث ،کے پی کے کے معروف جامعات ،مقبول دینی مدارس کے بانیین اور ارباب علم وفضل و محدثین تک ،سندھ اور پنجاب کے علمی ،تعلیمی ،تدریسی اورادبی حلقوں میں حقانیین کی علمی ودینی اور تدریسی سرگرمیوں سے لے کر پارلیمنٹ میں علماء کی بھرپور نمائندگی تک مولانا سمیع الحق شہید کے تلامذہ کاایک لشکر جرار ہے جوظلم ،جبرواستبداد کے خلاف برسرپیکار اورعلوم ومعارف کے دیپ جلا رہا ہے ،بطورنمونہ صرف جامعہ حقانیہ کے قرب و جوار میں چندنمایاں شخصیات سرفہرست ہیں ،حضرت مولانا قاری عبداللہ ،حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ،حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن ،حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی ،شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ،حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب ،حضرت مولانا قاری عمرعلی صاحب جیسے بڑی علمی شخصیات آپ ہی کے تربیت یافتہ اوران کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

....

آپ کی تاریخی کتب ’’مکتوبات مشاہیر (شائع شدہ ۷ جلدیں ،غیرمطبوع ۳ جلدیں) اورخطبات مشاہیر (۱۰ جلدیں)‘‘ جس پراردوادب کو ہمیشہ ناز رہے گا ،تاریخی اہمیت کی حامل کتب ہیں۔

حضرت امام لاہوریؒ کی شہرہ آفاق تفسیر جوآپ کی زندگی کی بہت بڑی آرزو اورتمناتھی جس کی تالیف وترتیب میں آپ اِن دنوں ہمہ وقت مستغرق رہتے۔یہ آپ کی ۵۴-۵۵ء کے زمانہ طالب علمی کے درسی وتفسیری نوٹ تھے جوآپ نے اب تک محفوظ کئے ہوئے تھے اوراب تین سال قبل اس کی تدوین و ترتیب کا کام بڑے اہتمام سے شروع کیا تھا ،اس دوران دل کے آپریشن کا خطرناک مرحلہ بھی آیا ،دوران علاج بھی اور پھرخصوصاً آپریشن کے چنددن بعد ہسپتال میں ہوش وحواس میں آتے ہی بلکہ نئی زندگی کا عملی آغاز بھی تفسیر کے مسودات وقلم منگوا کراس پرکام سے شروع کیا کہ اِسی کی تکمیل کی خاطر اپنے پروردگار سے زندگی کی دعائیں وساعتیں مانگی ہیں اوراس دیرینہ علمی ودینی کام کی تکمیل کی نذر مانی ہے۔ایک موقع پر آپ نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب سے اسکے متعلق یوں فرمایا کہ ’’اب تو تمنا ’’تفاسیر امام لاہوریؒ‘‘ کی تکمیل ہے کہ جاتے جاتے قرآن مجید کی خدمت بھی ہوجائے ،شیخ الہندؒ نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں ایک شعرلکھا ہے اب میرا بھی یہی شعروظیفہ ہے......

روزِ قیامت ہرکسے باخویش واردنامہ   من نیز حاضرمی شوم تفسیر قرآن دربغل‘‘

ہائے افسوس! کہ اِن کی یہ دیرینہ تمنا ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی اور زندگی نے مزید وفا نہ کی اور تقریباً ستائیس پارے اپنے ہاتھ سے مکمل کرکے کاتب تقدیر کے لکھے اور جرسِ اجل کے بلاوے کے باعث ادھورے چھوڑ کر خلدِ بریں پروردگار عالم کے پاس مسودات تفسیر کا ادھورا ذخیرہ جلدی میں شوق شہادت کی آرزو میں ہاتھوں میں اٹھائے چلے گئے حالانکہ علمی حلقے اور ہم سب اس کے مشتاق اور چشم براہ تھے ......

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا   تمہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

ان شاء اللہ بقیہ تین پاروں پر بھی کام زوروشور سے انہی باصلاحیت و اہل افراد کے ذریعے جاری وساری ہے جنہوں نے ابتداء ہی سے حضرت مرحوم کے ساتھ مل کر یہ سارا کام شروع کیا تھا،فرق یہ ہے کہ اس کی نگرانی اور بقیہ کام کی تکمیل مجھ جیسے ناکارہ و کوتاہ ہمت انسان کے ذمہ آ گئی ہے،جو حزن ویاس کی شدت کے باعث عضو معطل بن کر رہ گیا ہے،بہر حال اپنی بھرپور کوشش رہے گی کہ ان شاء اللہ یہ تفسیر جلد از جلد منصۂ شہود پر آئے ، کچھ نئے مفید اضافے بھی زیرغور ہیں۔

اسی طرح حضرت والد صاحب مرحوم کے باقی ارادوں ومنصوبوں کی تکمیل بھی ضرور ہوگی، دارالعلوم کی عظیم الشان زیرتعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ اور جدید عظیم الشان زیرتعمیر ''دارالتدریس'' (اکیڈمک بلاک) کی تعمیر بھی حضرت والد صاحب کی شدید ترین خواہش تھی اور آپ ہی کی سرپرستی میں اس کے سٹرکچر کی تکمیل بھی تقریباً (ڈھائی لاکھ اسکوائر فٹ) مکمل ہوگئی ہے،اس کی تمام خدمت ونگرانی کا ذمہ بھی حضرت والد صاحبؒ نے میرے ناتواں کندھوں پر ڈالا تھا اور تحدیث نعمت کے طور پر الحمدللہ مجھ سے اس خدمت کی بناء پر بہت زیادہ خوش رہتے اور ہر وقت دعائیں دیتے رہتے۔ ان شاء اللہ اِن کی تینوں ادھوری خواہشوں کی تکمیل کی مقدور بھر کوششیں جاری رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے خصوصی التجاء ہے کہ وہ مجھ جیسے کمزور وناتواں کو اِن خدمات کو پورا کرنے کی توفیق اور حوصلہ عطا فرمائے کیونکہ فی الحال تو برق غم کے باعث صبر وقرار کا خرمنِ دل اور ہمت وآرزو کا شجر جل چکا ہے۔حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

آپ کے کارہائے نمایاں تاریخ کے اوراق اور یادوں کی بستی میں ہمیشہ یادر کھے جائیں گے۔

....

حضرت والد صاحب مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کی سیاست کا محور بھی الحمدللہ دینی جماعتوں کی شیرازہ بندی اور متفقہ جدوجہد پر مبنی ہے۔آپ نے امت مرحومہ کو بانگ درا کی مانند اپنی نواہائے پریشاں سے ہر وقت جھنجھوڑا۔ اکابرین جمعیت کیساتھ زندگی بھر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور سیکولر حکومتوں کیخلاف بھرپور انداز میں جدوجہد کی ۔آپ نے ''تحریک نظام مصطفیؐ''، ''تحریک ختم نبوت''، ''تحریک نفاذ

شریعت"،"تحریک شریعت بل" اور دیگر کئی اہم دینی وسیاسی تحریکات میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا اور باوجود ضعف ونقاہت کے آخری دم تک دین اسلام کے غلبہ اور استعمار کیخلاف جدوجہد کرتے رہے۔

لیکن آہ! ظالموں نے اس مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان کو بھی نہیں بخشا۔ دہشت گردوں نے وہ شمع فروزاں بھی بجھادی جو اندھوں اور اندھیروں کے شہروں میں باوجود بادسموم کے اب تک جل رہی تھی......

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹانے سے مٹتا نہیں ہے

معلوم نہیں کہ اس ملک پاکستان کا کون والی وارث اور حاکم ہے؟ اور کن "لوگوں" کے ہاتھ مسندِ قضاء وانصاف تھما دی گئی ہے۔ یہاں علماء، فضلاء اور مذہبی افراد کا خون ایسا بہایا جارہا ہے جیسے پاکستان نہیں بلکہ مصر، افغانستان، شام اور الجزائر ہو۔ اس معاشرے میں زندہ رہنا اور علم وفضل ومذہب سے وابستہ ہونا گویا ایک جرم بن گیا ہے۔ ملک وملت پر ہر صبح قیامت کا سورج طلوع ہوتا ہے کسی نہ کسی گوشے، مدرسے، خانقاہوں سے لہو کی دھار اٹھتی ہے غروب آفتاب کے وقت افق پر شفق کی سرخی کی جگہ خونِ ناحق کی سرخی پھیلی ہوتی ہے۔ یہاں دانشوروں، علماء فضلاء کو قتل کیا جاتا ہے اور ڈاکوؤں، بدمعاشوں، درندوں کو قضاء وقدر اور عزت ووقار کی خلعتیں بخشی جاتی ہیں۔ پورا ملک یوں لگتا ہے کہ قتل گاہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہاں ہر عالم اور محبِّ وطن کی زندگی بھر کی خدمات اور کاوشوں کا صلہ آگ وخون میں نہلا دینا ہے۔ اس کی مثال علمائے کرام کی شہادتیں ہیں۔ معلوم نہیں کہ مملکتِ پاکستان اور پاکستانی معاشرہ کب تک اپنے محسنوں کی قبروں میں اضافہ برداشت کرتا رہے گا......؟

....

بہرحال حضرت مولانا شہیدؒ کے اصل قاتل وہی کفری قوتیں اور ممالک ہیں جن کے خلاف آپ عمر بھر نبرد آزما رہے، اب یہ اربابِ اختیار کی کمزوری وبزدلی ہے کہ وہ کھل کر ماسٹر مائنڈ کا نام لیں یا اِن کے خلاف عملی اقدامات کریں، لیکن یہ ممکن نہیں، بھلے ارباب اختیار اور امریکی جنگ کے اتحادی فادر آف طالبان اور "انتہا پسندوں" اور مجاہدین کے سرپرست کے خون کا حساب کیونکر ان سے مانگیں گے؟ اور پھر اس سے قبل پاکستان میں متعدد مذہبی وسیاسی رہنماؤں اور حتیٰ کہ سابق صدر مملکت جنرل ضیاء الحق شہید، سابقہ وزیراعظم محترمہ بےنظیر بھٹو، سابق وزیراعظم لیاقت علی خان، مولانا حق نواز شہید، مولانا ضیاء الرحمٰن شہید، مولانا ایثار القاسمی شہید، مولانا عبداللہ شہید، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا اعظم طارق شہید، مفتی نظام الدین شہید، مولانا حبیب اللہ مختار شہید، حضرت مولانا حسن جان شہید، مولانا غازی

عبدالرشید شہید، مفتی عثمان یار خان شہید، مولانا نصیب خان شہید، مولانا نور محمد شہید، حکیم محمد سعید شہید، ڈاکٹر خالد سومرو شہید، مولانا محسن شہید، نمایاں ہیں، جن کے اصل قاتل اور ماسٹر مائنڈ آج تک سامنے نہ آسکے، ہم نے پہلے دن ہی سے اپنے شہید والدؒ کی المناک شہادت پر بھرپور صبروتحمل کا مظاہرہ کیا، شہادت کے فوراً بعد برادرم مولانا حامد الحق صاحب، حضرت مولانا انوار الحق صاحب، پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب، مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے میڈیا کے ذریعے قوم اور خصوصاً جمعیت علمائے اسلام و دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ لاکھوں لوگوں سے پرامن رہنے کی دردمندانہ اپیل کی، جس سے الحمدللہ فوری طور پر حالات کنٹرول میں رہے۔ اُن دنوں ملک کے ناگفتہ بہ حالات میں اگر ہم چاہتے تو پورے ملک میں آگ کا سمندر پھیلا سکتے تھے لیکن الحمدللہ یہ نہ اسلامی تعلیمات ہیں اور نہ ہمارے والد صاحب شہید کا جلاؤ گھیراؤ کا طریقۂ سیاست تھا۔ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کے خلاف جو ''انتہا پسندی وتخریب کاری'' کا جھوٹا پروپیگنڈہ تھا وہ انہوں نے اپنے صبروتحمل اور پرامن کردار سے زائل کردیا۔ ان دو ڈھائی ماہ میں ہم نے بڑے صبروتحمل اور استقامت کے ساتھ جمہوری طور پر احتجاج جاری رکھا، ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں پُرامن احتجاجی اجتماعات اور مظاہرے ہوئے اور ہورہے ہیں کہ اصل قاتلوں کو فوری طور پر حکومت گرفتار کرے اور انہیں علی الاعلان بے نقاب کرکے قرارواقعی سزادی جائے۔ گوکہ پاکستان کی تاریخ اس چیز کی نفی کرتی ہے کہ اصل قاتل کبھی گرفتار ہوسکیں گے، ہم نے اپنے عظیم والد مرحوم کے قتل کا مقدمہ اور معاملہ سب سے بڑے منصف خداوند ذوالجلال والاکرام اور عَزِيزٌ ذُوانْتِقَامٍ کی بڑی عدالت میں پیش کیا ہوا ہے، وہی ان ظالموں، قاتلوں کافروں کیلئے کافی ہے۔ ان شاء اللہ قاتل اس کے مہلک اثرات سے اپنا دامن محفوظ نہیں رکھ سکتے اور ایک نہ ایک دن ضرور خداوند جبار وقہار کے حضور انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا......

جو چپ رہے گی زبان خنجر　　　لہو پکارے گا آستیں کا

....

آپ نے کلمہ حق ظالم، جابر، اور نااہل حکمرانوں کے سامنے بیانگ دہل کہنا مرتے دم تک نہیں چھوڑا...... عمریست کہ افسانہ منصور کہن شد　　　ما از سر نو زندہ کنیم دار و رسن را

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

آپ اُن مردان حر میں سے تھے کہ آپ کو امام الشہداء کا لقب افغان مجاہدین اور تحریک طالبان کے نمائندوں نے مل کردیا کیونکہ جہاد افغانستان کی چالیس سالہ حمایت اور جدوجہد آزادی کے ہر موڑ پر

حضرت والد صاحبؒ پیش پیش رہے۔ تحریک طالبان افغانستان کو ۹/۱۱ کے بعد تقریباً ہر مذہبی رہنما ادارہ نے بے سہارا اور یتیم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، لیکن ہمارا ۸۲ سالہ بوڑھا باپ جو حقیقت میں عزم و جرأت میں کوہ ہمالیہ تھا ان کو اپنے روحانی ابناء سمجھ کر دنیا بھر سے الجھتا اور لڑتا رہا، کبھی اپنے موقف میں نرمی اور شرمندگی کا عنصر نہ آنے دیا۔ جہاد پر فخر کیا اور افغان طالبان ومجاہدین کی ہر فورم پر بھرپور نمائندگی کی۔ سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کی جدوجہد ہو یا جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامائزیشن کی مسلسل مساعی ہوں یا جنرل مشرف کے دور اقتدار میں ایوان بالا میں اسلام، دینی مدارس اور خصوصاً افغانستان میں تحریک طالبان افغانستان کا مقدمہ تقریباً ہر اجلاس میں اٹھاتے رہے اور حکمرانوں کو جھنجھوڑتے رہے۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی رہنما اور سرپرستوں میں سے تھے، اسی لئے حضرت والد صاحب لڑکپن کے زمانے ہی سے جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ وابستہ ہوگئے تھے، اور عمر بھر اپنے عظیم والدؒ کے شانہ بشانہ قومی اور ملی سیاسی امور میں عملی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ان کے تینوں معرکۃ الآراء قومی اسمبلی کے الیکشنوں کی تیاری اور پھر بعد میں پارلیمنٹ میں اسلامی آئین سازی و ترامیم کی تیاری میں اپنے عظیم والدؒ کی بھرپور خدمت و معاونت سعادت سمجھ کر کرتے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، ان اکابرین سے آپ کو بہت زیادہ محبت اور خصوصی شفقت حاصل تھی، آپ کی قلمی صلاحیتوں، بیدار مغزی، سیاسی شعور اور حد درجہ ذہانت کے یہ سب اکابرین بڑے معترف تھے۔

....

حضرت والد صاحب مرحوم منفرد طرز کے انتہائی مشفق مہتمم تھے، اپنے تیس سالہ دور اہتمام میں دارالعلوم حقانیہ جو پہلے ہی ایک عظیم اسلامی تعلیمی ادارے کے طور پر جانا پہچانا جاتا تھا، آپ کے حسن اہتمام وانتظام اور وسیع فکرونظر کے باعث دارالعلوم حقانیہ اب ساری دنیا اور خصوصاً عالم اسلام میں بہت ہی نمایاں اور ممتاز حیثیت کا حامل ادارہ گردانا جاتا ہے۔ معیاری تعلیم وتربیت پیدا کرنا، طلبا میں شعور وسعت ظرفی و بالغ النظری کا جذبہ ابھارنا اور عالم اسلام اور اس کی تمام سیاسی وجہادی تحریکات سے آگاہی طلبا میں اُجاگر کرنا اور عالمی استعماری قوتوں کے اہداف و مقاصد سے آگاہی اور ان سے بیزاری ان کا خاص مقصدِ حیات تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تدریس کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، قوت حافظہ اور استحضار آخری عمر تک مثالی تھا، اکثر و بیشتر مصروفیات اور اسفار کے باعث اچانک بغیر تیاری کے دارالحدیث میں تشریف لاتے اور طلباء کو حدیث کا درس دفعتاً شروع کردیتے اور پھر طلباء محو حیرت رہتے کہ بغیر کسی تیاری ومطالعہ کے علم وتحقیق

کے خزانوں کا منہ کھول دیتے۔اللہ تعالیٰ نے ذہانت کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھی خوب نوازا تھا۔ درس کے آخر میں طلبا مختلف موضوعات پر حتیٰ کہ سیاسی امور پر بھی بہت سخت سوالات لکھ کر بھیجتے لیکن آپ ہمیشہ خندہ پیشانی کیساتھ اکثر سوالات کے جوابات دیتے اور انہیں مطمئن کرتے۔عمر بھر انتظامی اور خصوصاً مطبخ (لنگر) کے چھوٹے بڑے مسائل میں طلبا کے موقف کی حمایت کرتے اور ناظمین ولنگر کے انتظامیہ کی سرزنش کرتے،تمام طلباء کو ہر وقت مہتمم سے اپنی بات کرنے اور شکایت کرنے کا موقع فراہم کرتے،کوئی پروٹوکول اور نظام الاوقات اس کیلئے مختص نہیں تھا۔ ہمیشہ طلباء کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے دارالعلوم کی تعلیمی کمیٹی سے ہمیشہ طلبا کے حق میں داخلے کی سفارش کرتے، یہ ان کی اصاغر پروری،وسعت ظرفی اور ذرہ نوازی کی کچھ مثالیں ہیں،آپ نے کبھی ڈکٹیٹرشپ یا اپنے فیصلے مسلط نہیں کئے، نائب مہتمم اور حتیٰ کہ چھوٹے ناظمین سے بھی عاجزانہ درخواست کرتے، مہمانوں کو بغیر کھانے اور خدمت کے نہ چھوڑتے، تواضع ، انکساری کا پیکر تھے،اسکے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع ،خوش شکل،خوش مزاج،خوش لباس،خوش اطوار،خوش خوراک،بے تکلف انسان،ظرافت،ذہانت،ذکاوت،اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے ۔گویا ہر مجلس اور انجمن کی آپ ہی شمع محفل اور جان ہوا کرتے تھے......

اب کاوش محروم تجھے ڈھونڈ رہی ہے
اک تو ہی تو سرمایہ خونیں جگراں تھا

اسکے علاوہ شروع ہی سے دارالعلوم کی تعمیرات سے خصوصی شغف رہا،دارالعلوم کی موجودہ اکثر جدید تعمیرات کے آپ بانی،محرک اور منصوبہ ساز تھے۔بہرحال آپ کی جدائی سے دارالعلوم ،دفتر اہتمام،موتمر المصنفین اور ایوان شریعت کی وہ رونقیں کم ہوگئی ہیں اور ایک بہت ہی شاندار روایت اور مبارک عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

ہائے گلچینِ اجل کیا تجھ سے نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

....

تحدیث نعمت کے طور پر اس وقت حضرت والد صاحب شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ، امیر المومنین ملا محمد عمرؒ،عظیم جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانیؒ، فلسطینی رہنما شیخ احمد یاسینؒ کی طرح سارے عالم اسلام کے عظیم المرتبت قابل قدر ہر دلعزیز عالمگیر نوعیت کے منفرد رہنما تھے۔اسی لئے دنیا بھر کی مساجد ،مدارس اور تمام براعظموں میں تعزیتی اجتماعات اور خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔حرم شریف میں غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی گئی،سعودی ولی عہد ،ایرانی حکومت،قطر،عرب امارت کی حکومتوں نے بھی

حضرت والد صاحب شہید کی وفات پر تعزیتی وفود اور مکتوبات بھیجے۔صدر پاکستان جناب عارف علوی بھی ہمارے غریب خانہ اور قبر پر فاتحہ کے لئے تشریف لائے۔آپکے علاوہ اسپیکر قومی اسمبلی،چیئرمین سینٹ آف پاکستان بھی تشریف لائے،حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مختلف مواقع پر تین مرتبہ خصوصی طور پر یہاں آئے،حضرت مولانا طارق جمیل صاحب،حضرت مولانا احمد لدھیانوی صاحب، پروفیسر حافظ سعید صاحب، جناب سراج الحق صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا نورالحق قادری، پاکستان علما کونسل کے چیئرمین مولانا طاہر محموداشرفی،راجہ ظفر الحق صاحب،جناب حامد میر صاحب بھی تشریف لائے۔اسکے علاوہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی تعزیتی و مذمتی قراردادیں پیش ہوئیں، دارالعلوم دیوبند اور دیگر اسلامی جامعات نے بھی بھی تعزیت کی۔حضرتؒ کی وفات پر پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے اسلامی مدارس ومکاتب میں ختمات قرآن وفاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا اور ہر مدرسہ وفاضل نے اسے اپنا ذاتی غم سمجھا اور خودکوتعزیت کا مستحق کہلایا۔شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے مدینہ منورہ سے حادثہ کے فوراً بعد مجھ سے فون پر حادثہ کے بارہ میں استفسار کیا،میں نے شدت غم میں غالباً یہ گزارش کی کہ حضرت آپ کے بھائی ہمیں چھوڑ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں،اس موقع پر حضرت کے جذبات اور رونے کی آواز نے ہلا کر رکھ دیا تھا،بعد میں آپ بیماری کے باوجود خصوصی طور پر دارالعلوم برادرم مولانا سید عدنان کا کاخیل، برادرم ہارون طلحہ صاحب کے ہمراہ تشریف لائے، ایوان شریعت ہال میں طلباء سے بڑی مؤثر تقریر فرمائی،راقم کے غریب خانہ پر تشریف لائے جس سے شدت غم میں کمی واقع ہوئی اور اپنے جگری دوست حضرت مولاناؒ کے مرقد پر فاتحہ خوانی کی۔

....

نمازِ جنازہ ۳ نومبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بوقت ۳ بجے سہ پہر مقرر تھا،علی الصبح سے ہی ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں مہمان دارالعلوم پہنچنا شروع ہو گئے تھے،گھر سے آپ کی میت کو اٹھا کر زیرتعمیر مسجد کے ہال میں رکھ دی گئی تھی،ہزاروں افراد لائنوں میں گھنٹوں سے آخری دیدار کیلئے مشتاق تھے،(اس دوران ایک مسافر مہمان نے جب حضرتؒ کی زیارت کی تو صدمے کے باعث اپنی ٹوپی ہوا میں لہرا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اسی وقت اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔جنازہ میں ساتھ آئے ہوئے ساتھیوں اور طلباء نے انہیں غسل دیا اور حضرت مولانا کے ہمراہ ان کا جنازہ بھی ادا کیا گیا۔بہرحال ظہر تک لاکھوں افراد جمع ہوگئے تھے،نوشہرہ سے لے کر جہانگیرہ تک گاڑیوں اور انسانوں کا سمندر تھا،بڑی مشکلوں سے ایمبولینس جنازگاہ تک پہنچی،وہاں پر اکابرین اور زعماء وسیاسی لیڈران کا جم غفیر منتظر تھا،حضرت مولانا

انوار الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس العربیہ کی مشاورت سے نماز جنازہ برادرم مولانا حامد الحق حقانی صاحب نائب مہتمم نے پڑھایا۔ جنازہ میں گورنر، وزیراعلیٰ کے پی کے، وفاقی وزراء سمیت اکثر بڑے سیاسی لیڈران اور اکابرین علماء، سرکاری شخصیات نے شرکت کی۔ تمام قومی و بین الاقوامی چینلز براہ راست نماز جنازہ دکھا رہے تھے، امام احمد بن حنبلؒ کے بقول کہ ہمارے جنازے ہمارے حق پر ہونے کی گواہی دیں گے کے مصداق گورنمنٹ اور خفیہ اداروں کی رپورٹ کے مطابق جنازہ کے شرکا کی تعداد دس سے بارہ لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ فضائی ڈرون کیمرے بھی تمام شرکائے جنازہ کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ راستے بھر شرکاء و جمعیت کے کارکنان اور ہزاروں طلباء علماء دھاڑیں مار مار کر اپنے محبوب قائد مشفق استاد اور عظیم مجاہد ہستی کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے دیوانہ وار ایمبولینس کیساتھ دوڑتے رہے۔ بعد میں حضرت شہیدؒ کی میت کو حقانی قبرستان پہنچایا گیا، یہاں پر حضرتؒ کی آخری آرامگاہ ان کے استقبال کیلئے چشم براہ تھی۔ ہم چاروں بھائیوں مولانا حامد الحق حقانی، راقم، مولانا اسامہ سمیع، مولوی خزیمہ سمیع نے ٹوٹے دلوں کے ساتھ اپنے عظیم والد شہیدؒ کے تابوت کو لحد کی گود میں اتارا۔ اُس وقت کے کربناک والوداعی لحات بیان سے باہر ہیں۔ آسمان میں غروب آفتاب کا وقت قریب ہو چکا تھا اور نیچے زمین پر بھی علم و معرفت کا سورج دھیرے دھیرے غروب ہو رہا تھا۔ آسمان علم و فضل کے سورج، چاند پر مٹی ڈالنا آسان کام نہیں تھا، دیگر علماء طلباء قبر کو مٹی دے رہے تھے اور اس دوران قبرستان حقانی میں ہچکیوں اور آنسوؤں کی بارش برس رہی تھی۔ طلبا اپنے ہردلعزیز استاد اور ہیروں سے زیادہ قیمتی متاع کے الوداعی سفر پر جذباتی تھے۔ قرآنی تلاوت نے اس موقع پر مرہم کا کام دیا، حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ نے آخری چند تعزیتی و دعائیہ کلمات ادا کئے۔ مردم خیز خطہ اور عظیم جرنیل خوشحال خان خٹک کی سرزمین اکوڑہ کے فخر اور قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے لخت جگر کو شام کی اداس و سرد ہوائیں الوداعی سلام کہہ رہی تھیں، ''کاروانِ آخرت'' کے مصنف آخر کار خود بھی خلد بریں و کاروان آخرت کے مسافروں میں شامل ہو کر قبر کی منزل کامیابی سے سرکر گئے اور ''گنبدِ خضریٰ کے سائے میں'' کے مؤلف اور سچے عاشق رسول جو زندگی بھر ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر جدوجہد کرتے رہے، اپنے لہو سے نہا کر سرخرو اور کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور شاداں و فرحاں پہنچ گئے۔ عجب نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ نے اس بوڑھے زخموں سے آراستہ و پیراستہ مرد مجاہد کا خلدِ بریں میں بڑا پرتپاک استقبال کیا ہوگا رحمته الله عليه رحمةً واسعتہ۔ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا